

بُخاند نگارگان

چرخِ سحر



خبر کا پتہ

"حد ہو گی پتا نہیں کیا سمجھتے ہیں لوگ خود کو۔۔۔ اپنی شکلیں نہیں دیکھتے اور وہ سروں کو چاہے پیروں تلے روند دیں اور یہ ماما ہاشما کے سامنے مارچ پاسٹ کروانا شروع کر دیتی ہیں۔ پہلے انسان پتا کروائے کہ یہ جو منہ اٹھا کر جلی آرہی ہیں۔ ان کا تجربہ نسب کیا ہے۔ پیچھے سے کسی جانور کے قبیلے سے تعلق تو نہیں۔۔۔ اور۔۔۔" اس نے نرال سے ایک ایک چیز اٹھا کر کاؤنٹر پر رکھتے کے انداز میں رکھنی شروع کر دی اور اس زور آزمائی کا نتیجہ اگلے ہی لمحے ظاہر ہو گیا۔

ٹاؤلیٹ



ماما کاسب سے پیارا قیمتی راج ولا را سیٹ جس کی سرف ان ہی سوتوں پر رونمائی کی جاتی تھی گئی ڈیز پیٹ پتا نہیں اس کے غصے سے یارنج کے باعث سچ میں سے شق ہو گئی۔

"لوہ! اس کا ڈوش کو پختا ہاتھ دین تھم گیا۔ چور نظروں سے مڑ کر دیکھا ابھی پکن میں کوئی بھی نہیں آیا تھا۔

اس نے چپکے سے پلیٹ خان کر کے ڈسٹ بن کے اوپر جھانکتے پھولے پھولے شاپرڈ کے نیچے ایک شاپرڈ میں نرال کر گیا مدھی رو پوش کر دیا۔

"تسے بد ذوق لوگ ہیں۔ دیکھو تو یہی مزے مزے کی چیزیں اور ٹاشمروں نے جو کسی چیز کو چھوا بھی ہو۔"

"سوری آئی! مجھے کریم چاٹ نہ ہیں۔ میں آج کل ڈانٹ پر ہیں۔" کہنوت زندہ بنا نہیں کیسے تھا؟

ڈانٹ کر ہمت سے جوں سے زندہ رکھے ہوئے تھے۔ ورنہ میڈیکل چیک اپ کے بغیر حتی طور پر کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ بڈیوں کا چہرہ زندہ بھی ہو سکتا ہے۔ چلت پھرتا ہوا سنجیہ اور ابھی مزید ڈانٹ۔ لوہالی گا! "

وہ اب سچ بھر بھر کر کریم چاٹ کھاتے ہوئے نواری اپنے اندر کی جطن کو مڑ کر دیتی جا رہی تھی۔

"اور وہ سرتی۔۔۔ یقیناً "ہیٹا ٹائٹلس اسے ہے نہیں تو رہ چکا ہے یا شرطیہ ہونے والا ہے آنکھیں بھی برقن نہ۔۔۔" گان بیچلے ہوئے گھر سے فائونڈیشن کے بارہا چہرہ یوں جیسے کوئی ابو اہول زندہ ہو کر آ گیا ہو۔ ابو اہول ہی ہی۔۔۔



وہ سوکھی مرل سی بھالی نامی خاتون تصور میں آئیں تو بے اختیار ہنسی آگئی۔ دوسرے ہاتھ سے ماہہ نرم شیرے میں لٹھرا گلاب جامن پورے کا پورا منہ میں رکھ لیا جس سے اس کی ہنسی کا خاتمہ کیا۔

”ماؤنٹ ایورسٹ افندہ کے لیے رحم کرمانی باپ! چچہ تو غریبوں کے لیے بے چارے غریب خلقت کے لیے رحم فرمایا جائے ورنہ ہمارے اس کھاتے بیٹے زور کی ملک کا ہم انتھو جیا، کینیا اور نہ جانے کون کون سے بھوک و افلاس کے مارے ملکوں کے ساتھ لیا جائے گا۔ مائی باپ رحم!“

چچے سے تیرو نے آکر اس سے گلاب جامن کی پلیٹ چھیننے ہوئے اتھا بھرے انداز میں کہا تو وہ اسے کھانے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

”ہم جیساں کی برکت اور ہمارے وجود کے طفیل سے تو اللہ سا میں اس ملک کو انجان کی دولت سے مال مال کرتے ہیں تا انہیں لڑکے! ہم نہ ہوں تو یہاں ایک پوند نہ برے ایک بیج نہ آگے۔“ وہ شاہانہ انداز میں کہتے ہوئے اس بدی بھلے کھاری تھی۔

”ایک پوند ایک بیج سے کیا ہے گا مائی باپ! آپ کو تو پورا کچھ عرب اور سارے پاکستان کا بیج تھوڑا رے گا۔ ایسا بھی کس نفسی سے کلم نہ کیجے۔“

”کس نفسی سے تو حضور آپ کام لے رہے ہیں“ ایک دو گلاب جامن ہمارے لیے چھوڑ دیجیے۔ یہ سمو سے کچھ کیجیے۔“ اس نے گلاب جامن چھیننے کی کوشش کی مگر وہ صاف پلیٹ بچانے لیا۔

”ماؤنٹ ایورسٹ یا! چچہ کے نو کے لیے بھی رہے تو۔۔۔ لوہہ آگئی۔“ اس نے تو کے نو کا ہاتھ لے کر اس کا حصہ بچانا چاہا تھا کہ ماہہ نے وہ پلیٹ پیچھے سے ہی چھین لی۔

”خائو! تمہیں ہضم ہو جائے گا یہ سب کچھ اکیلے اکیلے اللہ کرے اس میں جمل گوناہو۔ ایک بھی اندر نہ تھمرے جیسی بے وفائی و غداری تم میرے ساتھ کرتے ہو۔“ اس نے دوسرے کوٹے میں کھڑے ہو کر پلیٹ صاف کرنا شروع کر دی۔

”بھئی معاف کرنا نہ یہ غداری ہے نہ بے وفائی۔ یہ تو ہمارے ملک کا اعلیٰ ترین قانون کا پہلا شہری اصول ہے۔ لوٹا ازم۔ کھانے کا بھرا دسترخوان دیکھو تو یہ وفاداری و امانت داری اور اپنے اصول سب کے سب صرف دسترخوان کے نام کر دو اور اس میں ہم سارے کچھ محب وطنوں ہیں۔“ تیرو نے اب چلن بیٹنیز ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔

”یار ماؤنٹ ایورسٹ! تمہارے لڑا تھی کا کیا بنا؟“ ماہہ نے تین گلاب جامن کھانے کے بعد آخری بیج ہوئی گلاب جامن پیچھے کیبنٹ کھول کر اس میں رکھ دیا۔

”وہ کیا کیرے کوڑوں کی دعوت کے لیے پیش کی گئی ہے۔“

”یار! تم دونوں چاہے کتے لوٹے ہو۔ ساری وفاداری یہ شرط کھانا کے ساتھ کیوں نہ استوار ہو، مجھے کوہ سلیمان کا خیال ہے۔“

”تم کسی پادلی میں شامل ہونے کے قابل نہیں۔“

”بھئی تم بھی لیل ہو۔ کیوں ماؤنٹ ایورسٹ!“

تیرو نے اب کوک کے گھونٹ بھری مائی سے کہا اس نے جواب دینے کے بجائے سر ہلا دیا۔ ساری ٹنڈن سارا ڈیپریشن ایک ایک گھونٹ کے ساتھ قلیل ہوا جا رہا تھا۔

”یار! بتایا میں تیرے لڑا تھی کا کیا بنا؟ کینوا! چاٹ ساری کھا گئے؟“ ماہہ نے آگے بڑھ کر پالے کے پیڑے کے ساتھ گلی چاٹ کو تقریباً چائے ہوئے کہا۔

”وی جو ہمارے ملک میں آنے والے ترقیاتی منصوبوں کے ساتھ ہوتا ہے مٹی پائے۔ باغیڑا۔“ اس نے زور دار ڈکار لینے کے لیے ابھی منہ کھولا ہی تھا کہ اسے لگا کمر سے کوئی خود کش حملہ آور ٹکرایا۔

”آں۔۔۔ ہم۔۔۔ دھاک۔“ اس کے منہ سے ایک وحشت ناک چیخ برآمد ہوئی تھی اور وہ جیسے اڑتے ہوئے دوسرے کاؤنٹر پر جا گری مگر وہ کوئی بچا خود کش

حملہ نہیں تھا۔ بلکہ مائی کی لکڑی کی کھڑکیوں سے وہ ہاتھ سے پھینکے ہتھے تیرے سو میں خرید کر ڈالی تھیں اور وہ چاروں پارہ پارہ ٹھڑاؤں ہاتھ میں لے کر کھتے رہے۔

”مائی! یہ یقیناً کسی موچی سے منہ بھووا لود سے نمونہ حاصل کر کے ہانا والوں کو دیا ہے۔“ چلنے میں بھی اس کی آواز کھڑاؤں جیسی تھی اور لگتے میں یہ تو کوئی مائی کی کمر سے پوچھتا۔

تیرو اور ماہہ مائی کے قربانک غصے سے بچنے کے لیے راؤ فرار نظروں سے ناپ رہے تھے۔

”بے شرم! بے حیال! کو جیتے جی قبر میں اتار دو گی دونوں۔ ہائے کیا مذہب مرنے کا مقام ہے۔ وہ کہہ رہی تھی یہ تب کی بڑی بیبی ہے کتنے بچے ہیں ان کے میں نے کہا۔ تمہیں یہ میری تو کمینٹ۔۔۔ سننے لگیں اچھا آپ کی بن ہوں گی۔ اپنی بیٹی کو تو بلوایئے۔ ان کے دیدوں کو سامنے نہاڑو جیسی بیٹی نظر نہیں آ رہی تھی۔ آئی بھی کیسے وہ تو لڑکی دیکھنے آئی تھیں بھینس تو نہیں اور اس بے شرم کو جو ذرا شرم ڈرا رہا ہو۔ دیدوں کا پانی مریا۔“ مائی گلی کرتی لڑائی ٹھیک کر لائی اور اسی مردودیت کے ذوق میں آنا شروع کر دی۔

”بھئی! بھئی! بھئی! جس کو نزل نکلے جس سے پیار کیا وہ چھ بچوں کی ماں نکلی تیرو نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے زیر لب شعر پڑھا اور آنکھوں میں ڈیپر ساری ہمدردی لے لے شپ شپ آنسو بہاتی مائی کو دکھا۔

”بھئی۔۔۔ مجھے نہیں لگتا۔ یہ گوشت کا پھاڑ۔۔۔ میرے جیتے جی اس گھر سے رخصت ہو گا اور ہو بھی گئی تو یہ دوسری وائی میرے خدا دونوں آنکھوں میں اس کا پورا وجود نہیں سما۔ یہ بڑی کو بھی پیچھے چھوڑ دئی ہے کجمنت نام لادیں یہ اناج کی دشمن! کیا میرے لیے یہ رہی تھی۔ لکھنؤ ان کے باپ کو اب ہمیں روایا نہ بیچھے۔ فالے تیچھے۔ بھوک مغربت ہائے میں تھی۔“

دھان پانی سی ملا پوتے پوتے ذرا سا لڑاؤ میں اور سر پکڑ کر اس سے پہلے کہ لڑھکتی تیرو اور ماہہ۔۔۔ نہ لپک

کر نہیں اپنے بازوؤں میں تھام لیا۔

”مائی! مائی! بھوش کریں۔ ماما! وہ انہیں ہلاتے تھکتے اٹھا کر باہر لے گئے۔ اور وہ اپنے چہرے سے آنسو صاف کرتی من من بھر کے قدم اٹھاتی ان کے پیچھے چل پڑی۔“

”مائی! مائی! مائی! مینوں چھلایو اوسے۔“

تیرو دوری سے زور زور سے ٹکٹاتے ہوئے اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا جہاں وہ افسردہ سی بیٹھی چلغوزے ٹوٹتی کسی رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی جسکے ماہہ دوسری طرف بیٹھی چاکلیٹ کھاتی کسی فیشن میگزین پر نظریں دوڑا رہی تھی۔

”یہ دیکھو بھئی۔ ایک اور شہر میں تقریب مرگ ہونے جا رہی ہے جس میں آپ دونوں بلکہ ماؤنٹ ایورسٹ کی شہرت سب سے ضروری قرار دی جا رہی ہے۔“

تیرو کے ہاتھ میں شہرے رنگ کا ایک گارو تھا۔ مائی نے اسے دیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے پھر سے سر جھکا لیا۔

”دکھاؤ تو کیا ہے؟“ ماہہ دلچسپی لیتے ہوئے اٹھی۔

”مائی! اعظمی کی شادی ہے۔ واؤ مزہ آئے گا اور کجمنت نے دیکھو ہمیں ہوا بھی نہیں لگتے دی۔ پیچھے سے منگنی نہ ڈیت سیدھا ڈاکٹریٹ ڈاکٹنگ کی ہے۔ شادی ابھی بیچھے ماہہ تو وہ ہمیں شاپنگ کرتے ہوئے ملی تھی۔ کھنی نے ذکر بھی نہیں کیا۔“

اس نے کہتے ہوئے کارڈ مائی کے آگے پھینکا جسے اس نے دیکھے بغیر بے کر دیا۔

”اب ہر کوئی ہماری طرح ایڈورناتنگ کا شوقین تو ہوتا نہیں۔ جیسے کیٹ واک کا اشتہار دے پھر اس کے تاکلم ہونے پر ایک ہفتے کا اطلاعی باجماعت سوگ منایا جائے اور پالی داوے مائی پر تو یہ سوگ ڈیو ہے۔ مائی ڈیپر کے ٹوا آپ کس خوشی میں کمرہ نہیں ہونے بیٹھی ہیں۔ آپ کا چاس تو اس پڑ محفوظ رکھا گیا تھا کہ ماما نے

غربت تعلیم، منگائی ٹوٹ مار چوری، ڈاکے، کرپشن کس کے خلاف؟" ماڑی خون سے فارغ ہو کر ادھر ہی آ گئی۔

"لو اتنا بڑا مسند ماؤنٹ ایورسٹ تمہارے سامنے بیٹھائے اور تم یہ چوہوں جیسے مسائل کے لیے این جی او کھولنے کا سوچ رہی ہو۔ بار کے نو بجتا گوشت تمہاری ہڈیوں پر چڑھ گیا ہے مجھے لگا ہے اس سے دو گنا تمہاری عقل پر بھی منڈھ گیا ہے۔ کیوں ماؤنٹ ایورسٹ!"

شیرونے واو پانے کے لیے ہاتھ مانی کے آگے پھیلا یا۔ اس نے ہونہ کہہ کر منہ پھیر لیا۔
 "اما اس سے مسلسل ناراض تھیں۔ اتنی دیر تک وہ اس سے کبھی ناراض نہیں رہی تھیں اور ناراض بھی کس بات پر جس میں اس کا کوئی تصور نہیں تھا۔ کم از کم وہ تو یہی سمجھتی تھی۔"

"شرم کرو۔ بد تیز بڑی بہنوں کے ساتھ اس طرح بات کرتے ہیں۔" ماڑی نے شیرونے کو ڈرانے کی کوشش کی۔

"یاں واقعی، یعنی یہ تو بڑی بے شرمی کی بات ہے۔ اتنی بڑی بہنوں کے ساتھ تو بہت اوب کے ساتھ بات کرنی چاہیے۔ اور اتنا اوب بھی میں صرف تم ہی سے سیکھ سکتا ہوں۔ کے ٹو کھانا دانا!"

وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ ماڑی نے بے بسی سے مانی کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں کی بے سرو پا باتیں بالکل نہیں سن رہی تھی۔ اس کے چہرے کی اداسی صاف پڑھی جا رہی تھی۔

وہ اٹھ کر وہاں سے چل دی۔
 "بخت ٹائنٹن میں سے ماؤنٹ ایورسٹ اور اب یقیناً یہ اپنی ٹینٹ قائم کرنے کے لیے گمرے میں جا کر کچھ نہ کچھ چھوٹے کی۔"

"وہیے شیرو! یہ واقعی زیادتی ہے۔ اس بار تو ماما یا دو دنوں ہی تیار تھے کہ بات بن جائے گی۔ بیلا کے اچھے جانے والے تھے لڑکے کے باپ اور بچا۔ پھر یہ نہیں۔۔۔ حالانکہ مانی اتنی بھی مہولی نہیں۔۔۔ کتنے کتنے وہ

رک گئی شیرونے کے آگے ہاتھ رکھے اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"موتھ۔۔۔ جیت پٹاری منہ ساری۔ ہم تینوں سے چار لٹا زیادہ کھاتے ہو اور شکل ایسی ہے جیسے برسوں سے اناج کا دانہ نہیں کھیا۔ فائدہ زور، مفلوک الحال۔ میرا قول کر رہا ہے حکمران خیر ملکی دوروں میں تم جیسے دو چار ساتھ لے جایا کریں تو قسم سے غیر ملکی امداد کے منہ کھل جائیں گے۔"

"میتا یولازم میری جان۔! میتا یولازم کا فرق ہے۔ تم بھی میتا یولازم ایکٹو کر لو پھر جو چاہے۔ ٹھونسو کھاؤ پیو! وہ اسے کار جھاڑتے ہوئے بولا۔

"تو اور کیا ہم دونوں تو اتنا کھاتے بھی نہیں اوس۔" بیکدم وہ ایک دم سے اٹھ کر رہا ہر دو ڈرپال۔
 "کیا ہوا؟ تمہیں کیا ہوا؟" ماڑی حیران ہو کر اس کی طرف بڑھی۔

"ابھی اس گمرے پر آسمان ٹوٹنے والا ہے اتنا بڑا سفید جھوٹ بولنے پر یہ تو ہوتا ہی ہے۔ بھی میں تو اپنے بچاؤ کر لوں۔ انکو تاحلت جگر ہوں ماما! کل۔"

"شیرو! بس تو۔۔۔ گل مانی کی برتھ ڈے ہے اور ماما ناراض ہیں وہ اس لیے اتنی اداس ہے۔"
 "اس کی اداسی دور کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ بیکری کے دس بارہ آکھم لا کر اس کے سامنے رکھ دو پھر دیکھنا کہاں کی اداسی اور کہاں کا رخ۔ میں جا رہا ہوں۔ سچ ہے میرا شام کو بات کریں گے۔" وہ کتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"مطلبی حسب اپنا مطلب ہوتا ہے تو گھنٹوں سر کھاتا رہتا ہے اور اب میرا دل چاہ رہا ہے تو بیلا نے ساری فرمائشیں بھی ٹوٹ نہیں گئیں۔ کیسے ناراضی سے بات کر رہے تھے۔ اب ہم دونوں کچھ فریبی، گل ہیں تو ہمارا کیا تصور۔" وہ خود کو گویا لکھی دے رہی تھی اور "کچھ فریبی ماکلی" پر خودی افس بڑھی۔

"اب تو واقعی اس گمرے سے نکل جانا چاہیے۔ آسمان ٹوٹ پڑنا مبالغہ بھی نہیں ہو سکتا۔" وہ اٹھ کر اپنے اور مانی کے مشترکہ گمرے میں آگئی۔ شیرو کا

ذیال ٹھیک ہی تھا۔ مانی کھڑکی میں کھڑکی لان کی طرف دیکھتے ہوئے چاکلیٹ کھا رہی تھی۔ وہ افسوس سے سر ہلا کر رہ گئی۔



"تو تم نے عظمیٰ کی شادی میں جانے کا فیصلہ کر لیا؟" آج بہت دنوں بعد ماڑی نے اسے یوں متحرک دیکھا تھا۔ گمرے کے وسط میں کارپٹ پر کھڑی وہ دونوں ہاتھ کر رہے جنوں کی طرح تیز تیز دائیں بائیں کمرے کو پورا کھنڈا رہی تھی۔ یہ شاید ماما کی عظمیٰ کاری ایکشن تھا جو اس نے اسے میںوں بعد پھر سے ایکسٹریکٹ شروع کر دی تھی۔ گویا اب چھ آٹھ دنوں تک یہ ایکسٹریکٹ اور ڈائٹ کا بھنگی پروگرام چلے گا اور جیسے ہی ویٹ مشین کی سوئی پوری ڈھنسا لی سے اس جگہ کھڑکی سر پلائی ٹوٹو ٹوٹو کھائی دے گی۔ مانی بی بی وہیں ہر قسم کے پرہیز سے ہاتھ اٹھائیں گی اور پھر۔۔۔

"میرا ذہنی توازن ابھی درست ہے۔ اس لیے میں لکھا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی ہوں۔" وہ اب ہاتھ کندھوں سے اُپر اٹھا کر ہوا میں کوئی یاد دہانے پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تو پھر یہ ایک ایک خود پر ظلم توڑنے کا نامانی فیصلہ کیسے فرمایا وہ بھی صبح سویرے بلکہ منہ اندھیرے۔" ماڑی نے زور دار جملہ روکتے ہوئے کمبل گردن تک اوڑھ لیا۔

"نہ سے صبح سویرے سے نہ منہ اندھیرے۔ آنکھیں کھول کر دیکھو۔ پورے نون کر رہے ہیں۔" وہ اب جھیک کر بیروں کے بچوں کو ہاتھ لگانے کی کوشش کر رہی تھی اور تیسری کوشش میں۔۔۔ جی نہیں ہاتھ نہیں گئے۔ مائین بی بی دھڑام سے کارپٹ پر ڈھیر ہو گئیں جیسے کسی نے کپڑوں کا بڑا سا ٹکڑا ایک جگہ رکھ دیا ہو ماڑی کی جو بھی پھولتی وہ مانی کے تین چار تار تو ہاتھ مارنے پر بھی نہیں رکی۔

"چاہیں! اتنا اور! اٹھ کر ساتھ نہیں دے سکتی۔ اتنا فراق ازار رہی ہے۔ نہ جانے کیا خوش قسمی ہے محترمہ کو۔"

صرف دو پوائنٹ ہی تو سمجھ سے کم سے تمہارا وزن اور جس حساب سے بلکہ بے حسابی سے تم گزرتے ہو ہتھیل سے کھا رہی ہو۔ تو بھی برابر ہو چکا ہو گا۔ ہائے کتنا مشکل ہے کمبخت یہ ایکسٹریکٹ کرنا بھی۔" وہ اب اتنی بالائی مارے اوپر والے دھڑکوا رہے ہیں بائیں جھمک رہی تھی۔

"تمہیں بس یہی ایک ایکسٹریکٹ آتی ہے دائیں بائیں۔ اگر کسی ایکسٹریکٹ تمہارا وزن کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھ کر کرتی رہو تو اس جبری مشقت کی بھی ضرورت نہ پڑے۔" ماڑی نے اسے مخلصانہ مشورہ دیا۔
 "اے بارے میں کیا خیال ہے؟ ایسی ایکسٹریکٹ زرا اپنے ساتھ کر کے دیکھو تو شاید میں بھی تمہاری تقلید کر سکوں۔" وہ اب گردن جھکا کر نہ جانے کیا تلاش کر رہی تھی۔

"عظمیٰ کی شادی میں کرنے کی چیز تو نہیں ہے۔ ایک تو یوں بھی سچا رہی کی مراد منتوں کے بعد تو پوری ہوئے جا رہی ہے تو کے کی ہم جمل گئے۔"
 "جانتی ہے ماڑی جوتی۔" وہ اب پشت کے ٹیل نیٹ کرنا نہیں ہوا میں چلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم اپنی جوتیاں جلاؤ۔ میری تو ساری نئی ہیں۔ ان کو نہ جلاؤ۔۔۔ دیکھو مانی، اتنے عرصے بعد کوئی فنکشن آ رہا ہے۔ پلیز اسے یوں جگ نظری اور تعصب کی نظر نہ کرو۔" ماڑی ہلکتے سے کہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھی۔

"بھی میں تو نہیں جانے والی۔ تم کو جانا ہو تو چلی جانا ماما کے ساتھ۔ وہ تو ضرور جائیں گی۔ یہ دیکھنے کہ آخر کون سے آنکھوں کے اندھے تھے جنہیں عظمیٰ بی بی کا ٹرک سا وجود بھی نظر نہیں آیا۔" وہ اب اٹھ کر گردن پر آئے بالوں کو پچھر میں پکڑنے لگی۔

"تو تم نے ایکسٹریکٹ کی ہے یا ہانگ دو لیا پھر یہ ریڈر تھا۔ ایکسٹریکٹ شروع کر دو گی۔" ماڑی نے کچھ حیرانی سے کہا۔

"ہمارے ہاں ایک سو ایک فیصد کام اسی طرح ہوتے ہیں کہ بس لگتا ہے بہت کچھ ہو رہا ہے اور ہونا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شائد پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای ٹیک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں ایلو ڈنگ
- ✦ سیریز کو آئی ڈاؤن لوڈ کر لینا
- ✦ عمران میر یزاز مقہرہ کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریٹش
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا
- ✦ ہر ای ٹیک ڈاؤن لوڈ ایکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے ای ٹیک کا پرنٹ پر پریو
- ✦ ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پیسے سے موجود مواد کی چیکنگ اور لاپتہ پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی منتخب کی مکمل ریٹش
- ✦ ہر کتاب کا ایک سیشن
- ✦ ویب سائٹ کی آہٹ بر آؤٹ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک زیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فوراً سے بھی ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے

➔ ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

➔ ڈاؤن لوڈنگ کے لئے نہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہمدردی سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤن لوڈ کریں

اپنے دوست اور احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کر لائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety



http://www.paksociety.com/

اور شکل ایسی ہوتی ہے جیسے برسوں سے کھانے کی شکل نہیں دیکھی اور ملا۔۔۔ ایسے ہی ہو کر رہی ہیں جیسے ابھی مجھے ہاتھ پکڑ کر ادھر سے دھکا دے دیں گی۔۔۔ دیکھیں وہیں اگر انہیں کوئی۔۔۔ کوئی بھی راہ چلتا آئے گا لاندھا ہونا شہانجھے قبول کرنا مل جائے۔ ایک سینڈ کی دیر نہ لگائیں۔ ایسی زندگی سے تو موت اچھی کل میری برتھ ڈے ہے اور گفت کیا ملا ہے سارے گھر کی صفائی ستھرائی اور ملا کی تھوٹک آمیز نظریں۔۔۔ مجھے زندہ نہیں رہنا۔ ایسی شرمناک زندگی سے مرنا اچھا۔ ایک بار پھر موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے چپکنے لگے تھے۔

”یہ سن ہاؤں کی بے کار برسات بعد میں میری بہنا! ڈانٹنگ ٹیبل سے ناشتے کے برتن اٹھاؤ اور پکن صاف کرو ورنہ ملا کی جلالی طبیعت۔۔۔ چہ چہ۔۔۔ ہاؤنٹ اپورسٹ! بیس! تمسارا دکھ سمجھ سکتا ہوں، ہمدردی بھی کرنا چاہتا ہوں مگر ملا کے سامنے اس وقت کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔ ساری فوجیں انہیں اور ذلت جائیں جیسے اچھے کھانے دیکھ کر اندھا دھند صاف کرنے میں جت جایا کرتی ہو۔ ہائے۔“

شیر و اس کے ڈانٹنگ ٹیبل پر دھرے سر پر چپٹ لگا تا باہر نکل گیا۔ ملا پہلے ہی جا چکی تھیں۔ سارے بھی بے بس ہی بیٹھی نہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔ شاید ملا کو منانے کا کوئی طریقہ۔۔۔



”کوئی ترکیب آئی سمجھ میں؟“ وہ ابھی کپڑوں کا ڈھیر دھونے کے بعد آئی تھی۔ وہ تو پچھلے لان میں بندھے تاروں پر پھیلا چاہتی تھی مگر مانے کسی سنگ دل تھا نے دارنی کی طرح اسے نوکری اٹھا کر اوپر تھریں پر جا کر کپڑے پھیلانے کو کہا۔ اس نے بہت سیری رونے والی شکل بنا لی مگر ہاتھ دکھ کر دھری چوہری بھی ہوئی ہائے وائے بھی کیا۔ بھاری نوکری ایک ایک زینے پر رکھ کر سانس بحال کرنے کی کوشش بھی کی مگر ملا کو اس پر ذرا ترس نہیں آیا۔

”کپڑے اوپر ہی ڈال کر آؤ۔ ایک تو یہاں سے دھوپ جانے والی ہے۔ دوسرے بیڑھیوں پر شہنازینا سب سے اچھی الیکس سارے ہے۔“

”ملا! ڈرا کر کام نہیں کر رہا۔ شہرو کو بھیج کر کبھی کوئی کھلا دیں۔“ اس نے بے بسی سے کہا۔ اس طرح کچھ سہولت ہو جانے کی پائی میں تھیکے پڑوں کو اوپر اٹھا کر لے جانے میں۔

”اس وقت کون ملے گا؟“ انہوں نے بے نیازی سے کہا جیسے یہ بھری دوپہر نہیں کلنی رات ہو اور باہر بلیک آؤٹ ہو۔ اسے تو لگا ملا نے جان بوجھ کر ڈرا کر خود خراب کیا ہے اور اب۔۔۔

جب وہ کپڑے دھو کر آئی تو ماں بیڈ پر چٹ پٹی چھت پر کچھ تلاش رہی تھی۔

”ماہی! میرے ہاتھ اور کمر میں اتنا درد ہو رہا ہے۔ سارے گھر کی صفائی۔ ہائے کبھی مجھے اتنا ضرر ہوا تھا کہ ہمارا اتنا بڑا گھر ہے اور آج صفائی کے دوران میں نے اس بار اللہ سے دعا کی کہ ہمارا کوئی دو کمروں کا گھر ہو تو

آج مجھے یوں بھانک نہ ہونا پڑے کہ دس بار ملا کے کاندھوں بھی کیا کہ ڈانٹنا کریں گے۔ ہم بھی جا نہیں گئے۔۔۔ دن ان کے پاس بھی نہیں چھٹیں گے۔ چینی چاولیں کچھ۔ مگر ملا تو جیسے کچھ سن ہی نہیں رہیں۔ ہائے کپڑوں کی منت کر کے اسے شہناز کے گھر بھیجیں؟ وہ آجائے تو

شاید۔۔۔ ہائے ملا کیسے پتھر کی ہو گئی ہے۔ اس دن جو کسجنت رشتہ دیکھنے والی آئیں تو ملا کے کانوں میں جتا نہیں کیا چونک گئیں کہ ملا تو سر تاپا پتھر کی ہو چکی۔۔۔

دور نہ ملا اور ہم پر اتنا ظلم ناممکن اور تو اور بدحت ہ کر لچے آتے ہی دوبارہ سارے گھر کی ڈسٹنگ لگاؤ۔ حالانکہ صبح میں کر چکی تھی اور صبح صبح اٹھنا بھی پڑا ہے۔ کلم سارا دن ختم نہیں ہوتے۔ میری تو کچھ تین نہیں آتے۔ شہناز ابلی صرف اپنی چوہہ سالہ بیٹی کے ساتھ جیسے سارے گھر کا کام کرتی تھی۔ یہ تو بہت مشکل ہے۔“ وہ سر پکڑے اپنی داستان غم سناتے تھی

اور کھانے دیکھو کون کون سے پکوار رہی ہیں۔ روز

دال اور کھجی تیل کے بغیر سزی۔ نہ چاول نہ سویت ڈش اور روٹی صرف ایک۔ وہ بھی اتنی ہلکی کہ چوتھے نوائلے پر ختم۔ بھوک بھی نہیں مٹی۔ اگر ہماری الماریوں میں چاکلیٹ بسکت نہیں نہ ہوتے تو شاید ہم فنانے سے ہی مر جاتے۔" مانی بھی فریادی انداز میں بولی۔

"اور یہ سب کھانے کے بعد ماما کی ڈائننگ پس بیکار سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔ ان چاکلیٹس میں کتنی کیوری ہوئی ہیں۔ اگر ماما پڑھ لیں تو اپنے مشن کو خرابی کا خطرہ ہے۔"

"یوہیے یار! چیک تو کریں۔ مجھے لگتا ہے ان تین دنوں میں میرے وزن میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی ہے۔"

"ڈیٹا انڈیٹ" پچھ ماما کی چربی تین دن میں پگھل جانے کی مجھے لگتا ہے جسم پر تو تمہارے کچھ خاص اثر ہو ہوا یا نہیں دلغ پر اچھا خاصا ہو گیا ہے۔" ماما نے چرتے ہوئے بولی۔

"ہاں مجھے بھی لگتا ہے۔ پر میرا جو ڈیٹا انڈیٹ دماغ بھی مل گیا ہو گیا کہ کتنی ہوں۔" اس نے فوراً ہی ہتھیار ڈال دیے۔

"ہائے ڈیٹا انڈیٹ گر رہا ہے فاسٹ فوڈ کو یا ہو ڈائننگ کی جائے۔ تمہاری برتنہ ڈسے آئی اور ماما نے اس دن وہ کالے پھلکوں والی آئی ڈونٹ تو کیا نام ہے اس لیس دار چوچھی دال کا وہ نکالی بغیر کھلی آئل کے۔ کوئی تصور کر سکتا ہے کھجی کے بغیر دال کا۔ اب ہم میں ڈائننگ ٹیبل پر جاتی ہوں۔ ایمان سے میرا سر پکڑنے لگتا ہے۔ اتنا بڑا پاؤں سلاو کے نام پر جانوروں کی طرح مولیاں پتے پھیرے اور نہ جانے کیا کیا کھائے ان کو چرو۔ پورے ڈائننگ ٹیبل پر لگتا ہے تین چھوڑیاں بیٹھی ہیں۔ اگر پہلے مجھے اس دن کی سختی کا علم ہوتا تو میں چار سال پہلے ہی خودکشی کر چکی ہوتی۔"

مانی کی حالت اس سے بھی بری تھی۔

"تو اب کرو۔ کون سی دیر ہو گئی ہے۔ میں تو کئی بار عملی کوشش بھی کر چکی ہوں۔" وہ مایوسی سے بولی۔

"ہائیں کوشش..... ہاکام یا کامیاب۔ اور مجھے کیا کسی کو بھی بتائیں چلا۔ مانی آپہ تم ہو یا تمہاری روح۔ مریزا مرنے کے بعد بھی تم اسی طرح موتی نازی ہو اگر روح پر بھی ایسی چربی گوشت چڑھا ہو تا ہے تو دفع کرو مرنے کو یہاں بھی سارے ڈھانچے اور رو میں ہمارا مذاق ہی اڑائیں گی۔ ہم زندہ ہی اچھے۔" وہ ایک آدھ کر رہ گئی۔

"تو کھلا چھوڑو۔ گی دروازہ تو غلط ہے یہ تیرا اندازہ۔ یہ گوشت تیرا جسم چھوڑ جائے گا۔ میں قسم سے بچ چکے شہر کی دنیا چھوڑ جاؤں گا۔ میری چٹان کی ہنسیوں اپنے اکلوتے بھائی کو یہ خوشی دے ہی ڈالو۔ قسم سے صرف میں نہیں بیٹا شتا زری خوشی ہم سب تمہارے کچھ اسہارت ہو جانے کی روزانہ باجماعت پہلا پیرید اشارت ہونے سے پہلے دعا کرتے ہیں۔"

"کیوں ان کو کیا تکلیف ہے ہمارے پھیلنے یا سکڑنے سے؟" ماما نے تڑپ کر بولی۔ ایک تو شیر و کی انٹری ایسی ہی ہوتی تھی اچانک۔

"مجھا کرو تیار کے ٹوس۔" یہ چوٹیاں سر دھول گی تو۔ وہ سر کھلانے لگا۔ "ہائے وہ دن تو خود جانے کب آئے۔ اپنے سرے کے پھول لگتا ہے سفید چادر پر ہی کھلیں گے۔" وہ حسرت بھرے انداز میں بولا۔

"ہائے واوے" توج میں کیا ہے؟"

"وکیو لو خود ہی پکن میں جا کر آج ماما جان خود ہی کچھ کر رہی ہیں۔ میں تو ابھی سارا کل چکا کر آئی ہوں اور مانی دھول کھاتے سے آ رہی ہے۔ اب تو ڈائننگ ٹیبل تک جا کر پتے چرنے کی بھی ہمت نہیں ہے۔ ماما سے کتنا پکیز ہمارا چارہ ہمیں نہیں دے جائیں۔" وہ تیز جھلی صوفے پر گر گئی۔

"چہ چہ۔۔۔ یہ دن بھی آنے تھے کے نو۔ پار اپنی ماؤنٹ ایورسٹ کو تو دیکھو جیسے مرجھایا ہوا گوبھی کا پھول پتی پتی۔" وہ شاید ان کی حالت کا مزولے رہا تھا۔

"نہیں کس نے انوائٹ کیا ہے اوہر گوبھی آلو کے پھول سو گھننے کے لیے۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" ماما نے زور سے دھاڑی۔

"ہو جاؤں دفع مانی ڈیٹر کے نو؟" وہ ایک دم سے پچھتے پچھتے ہوا ہاتھ آگے کرتے ہوئے بولا تو دونوں کی چیخ نکلتی نظر نہ تھی۔

اس کے ہاتھ میں پر اافل سائز بیک تھا۔

"مانی گاڈ شیرو! میرے پیارے شیر علی بھائی! ہاؤ سوٹ آریو اینڈ ہاؤ گئی وہی آریو نہیں۔ آؤنا بیٹھو۔ اوہر کیوں کھڑے ہو؟" وہ دونوں اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

وہ نیوں سے پھوٹی ہنسی کو دبانے سر ہلانے جا رہا تھا۔ "سب سمجھتا ہوں تمہارے پیاروں کو۔ تمہاری محبت، نفرت، خوشی، غم سب تمہارے پیوں آئی میں معدوں سے وابستہ ہے۔ شرم کرو ڈائننگ پر ہو تم دونوں ماما کی تین دن کی محنت پر پانی پھیر رہی ہو۔" اس نے کہتے ہوئے ڈبے ڈبے میشل ٹیبل پر رکھ دیا اس کی بیک بسکٹ کی فرصت ہی کے تھی۔

کیسی تو اتنی بھری تھی جسم کے اندر کہ آنکھیں جیسے نشے سے بند ہوئی جا رہی تھیں۔

"کھانا طعام، بابا آرام کیوں ماؤنٹ ایورسٹ؟" شیرو نے خالی ڈبے کو اشارے میں موڑ کر ڈرگھسا تے ہوئے کہا۔

"بکو نہیں، تمہارے ہر وقت کا میرا نام ہی رہا ہے۔ بڑی سمن ہوں تمہاری۔" وہ اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔

"زبردست نہ کی تا اکل سام والی بات۔ بڑی بہن نہیں بڑی منگلی ہوں میں یہ کہو نا۔ سچ کہنے میں شرمایا نہیں کرتے ماؤنٹ ایورسٹ!"

"چلو بھی آ جاؤ بیٹا تیار ہے۔ سو تو نہیں تھیں تم اور۔۔۔ شیرو! ہم کب آئے؟" ماما نے اچانک دروازہ کھول کر کہا تو شیرو نے ہاتھ میں پکڑا اشارے ٹانگوں کے پیچھے کھسکا دیا۔

"نہیں ماما! اس سو نے لگے ہیں۔ ڈرائیو آ رہی ہے؟" ماما فوراً بولی۔

"بھی اب سونا نہیں۔ توج میں نے تم لوگوں کے لیے بڑی زبردست گرلڈش بنائی ہے۔ تم شیرو! بھاگ

کر ہنوں کے لیے ڈائنٹ سہرا لٹ لے آؤ۔ اتنے میں مدحت سلاو بنا لیتی ہے۔ وہ بھی کالج سے آئی ہے۔" ماما نے ان تین دنوں میں پہلی بار اتنے ملامت لہجے میں بات کی تھی۔

"گرلڈش۔" دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"ارے فکر کا ہے کی۔ اتنا امیرا ہے، ابھی بہتری جگہ خالی ہوگی اتنے بڑے معدے میں بے چارہ بیڑا تو ایک طرف سڑ کر بڑا ہوگا۔ ہمت کرو شیرو! بونا! وہ ان کی نگاہوں کا مطلب سمجھتے ہوئے انہیں اکسانے والے انداز میں بولا۔

"ماما! بھوک نہیں ہے، ابھی سو کر اٹھ۔" مانی نے ابھی کی کہا تھا کہ شیرو دھرم سے نیچے گر رہا۔

"ماما! میں یہ کیا سن رہا ہوں۔ اس صدی کا حیرت انگیز ناقابل یقین جملہ۔ ان دونوں کو بھوک نہیں ہے۔" وہ صوفے پر لڑھکتے ہوئے بولا۔

"شیرو! انصوں خریدیں نہیں۔ اٹھو اور جو میں نے کہا ہے وہ کرو اور تم دونوں نے ابھی اتنا کام کیا ہے تو بھوک کیوں نہیں۔ فنانے کی ڈائننگ میں میٹل کرنے دوں گی۔ کھانا کھا کر تو ڈراما کریت چلو۔ عکشی کی شادی کے لیے تھوڑی بہت شاپنگ کرو۔ میں انتظار نہیں کروں گی۔ بس جلدی سے آ جاؤ۔" وہ انہیں کہتے ہوئے باہر نکل گئی۔

"پلو گرلڈش کی تو کوئی بات نہیں۔ گنجائش نکل ہی آئے گی مگر "چارہ" آج میں نہیں کھاؤں گی۔ شاپنگ کالاج نہ دیتیں ماما توج مجھے یہاں سے کوئی مانی کالال نہیں اٹھا سکتا تھا۔" ماما نے اٹھتے ہوئے بولی۔

"ہاں! بے چارہ ایسا کون سا مانی کالال بہادر ہو گا۔ وہ بھی کر سکتی ہے مدد لے گا۔" شیرو سر ہلا کر اس سے پہلے باہر نکل گیا۔

"ہمت بد تمیز ہو گیا ہے یہ شیرو! میں ماما سے اس کی شکایت کروں گی۔"

"گر وہ کھو اٹھا اپنی کر تو توں کا حساب نامہ کھل جائے گا۔ آج کل ماما کے سامنے ہر سیدھی بات کرنے کا

نتیجہ انا نکل رہا ہے۔ دیکھ تو چکی ہو۔" مانی بکھ افسردگی سے کہتے ہوئے اس کے پیچھے نکلی۔

"تمہیں کیا مصیبت ہے یا رانا جو اے کرو۔ اما ڈانٹنگ کر رہی ہیں اور ہم اور ڈانٹ کر جاتے ہیں۔ کیا فرق پڑتا ہے اور ماما کوئی کسی دشمنی یا ناراضی میں تھوڑا ایسا کر رہی ہیں۔ ہماری بہتری کے لیے ہی تو کر رہی ہیں۔" ماما نے اس کی اداسی بھلا دیتے ہوئے کہا "وہ مانی کی چپ کو کٹانیوں سے ٹوٹ کر رہی تھی۔"

"یہ ہماری بہتری نہیں ان کے مسئلے کا حل ہے، اسی لیے وہ اتنی سختی کر رہی ہیں۔ میں تو ان کے لیے بہت بڑا سسٹم بن گئی ہوں۔ تمہارے سامنے ہے اب میں کتنا کھاتی ہوں۔ اب جسم ہی ایسا چھوٹے والا ہے تو میں کیا کروں؟ کتنے زمانے ہو گئے، کبھی پراٹھا نہیں کھایا۔ سمو سے یہ ہیز کالج کے زمانے سے شروع ہو گیا تھا۔ فاسٹ فوڈ میٹینوں بعد واک بھی کرتی ہوں اور کام بھی۔ اس کے باوجود۔ اور لوگ اس طرح مذاق اڑاتے ہیں باتیں کرتے ہیں جیسے۔" وہ رونے لگی۔

"جیسے موٹوں کے سینوں میں دل نہیں ہوتے۔ ہوتے بھی ہیں تو بے چارے جینی کی اتنی تھوں کے پیچھے دبے ہوئے ہیں۔ سو کسی کو غمخسوس بھی نہیں ہوتی ان کی موجودگی ہے نا۔"

مانہ لوہی بات کو چٹکیوں میں اڑایا کرتی تھی جبکہ مانی کسی بھی دل دکھانے والی بات کو دل سے لگا کر کھنوں کڑھتی رہتی اور اس کڑھنے کے باوجود اس کے وزن میں کوئی خاطر خواہ کمی نہ ہوتی کیونکہ ڈپریشن ہوتا یا فرسٹیشن اور وہ بالکل لاشعوری طور پر کچھ نہ کچھ کھانا شروع کر دیتی۔ ڈرائی فروٹ، باب گورن، چپو گم، چاکلیٹ، بسکٹ، کوکیز ان چیزوں کی گھر میں نہ کی تھی نہ ہی کرنے کے بارے میں کبھی سوچا گیا تھا۔ اب بھی انہیں ڈانٹنگ نہ کروائی جا رہی تھی مگر ان چیزوں کی فراوانی میں کوئی کمی نہیں آتی تھی۔

انداز آتی تھی۔

"کمال سے بھاگ گیا مگر ہر؟" وہ بوکھلائی ہوئی کمرے کی چوکھٹ پہ کھڑی ہو کر متلاشی نظروں سے اڑھوا کر دیکھتے ہوئے بولی۔

"کون... کون بھاگ گیا؟" مانی نے حیرانی سے پوچھا تو مانہ نے اسے دکھانے سے منع کیا۔

"پوچھا جسے دیکھ کر تم یوں چلا میں جیسے موت کے ہر کارے کو دیکھ لیا ہو۔"

"حق! چوہا نہیں۔ دیکھو۔ دیکھو میرا وین پورے تین کلو کا فرق۔ مانی کا بچھے شیریں میں آ رہا۔ اتنی ایم آف ایٹی فور۔ تمہارے قریب ترین بیچ گئی ہوں۔ دیکھو آگرو۔" وہ بے حد پرجوش ہو رہی تھی۔

"اپنی فوروزن تمہارے پانچ فٹ پانچ انچ کے لیے تمہارا خیال ہے آئیڈیل ہو گیا؟" مانہ بچھ طنز سے بولی۔

"میں نے یہ کب کہا جل کھڑی؟" ماما دیکھو میرا ٹائٹھی تھا یاد ہے لاسٹ سیزن میں اور اب اپنی فوروزن سہل بھر میں سکس کے جی کم ہوا۔ واٹ اسے پوچھ لیں۔"

"ذات اسے پرو کریں۔ ماشاء اللہ سال بھر میں۔ ایک مہینے میں کوہا کلو کا فرق۔ ابھی دیکھنا وہ ماہ میں چار کلو بڑھ بھی جائے گا۔" مانی کو لگا اسے ذرا خوش نہیں ہوئی۔

"جی ایک سپرٹس کتے ہیں جتنی دیر میں وزن گرے گا اتنی دیر میں اونے گا اور یا رانا میں نے تو پچھلے چھ ماہ سے وینٹ کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ کیا فائدہ فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔ تین بار جم جو ان کیسا سال، بھر میں برابر پچھرو میو پیچہ کا کورس، ٹائٹس ٹائٹس اور وہ جو اتنے مٹے ڈانٹ پلان لاتے رہے ابلو تھی کے جب تک کھاتے رہو سوئی پیچھے پیچھے ہوتی جائے۔ بعد میں۔ میں تو سخت فیڈ اپ ہو گئی تھی۔ جب بھی کوئی فنکشن آتا پچھلے فنکشن کے پٹریے جسم پر چڑھتے ہی نہیں تھے۔ ماما نے بوا کر نہ دیتیں اور فیٹیل کھلی کرتے کرتے آخری سلائی کو چھو جائیں۔" وہ بہت پرجوش ہو رہی تھی۔

خبروں کو چننا چننا کر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ عوام پسند ہی آتا اور سچی سے اعلان لا تعلقی اختیار کر چکے ہیں۔ کیوں مانی!

اس نے جو کر کی بریڈ ٹوٹتی مانی کو شامل گفتگو کرنا چاہا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"افسوس۔ وہ کیلئے چاہتا ہے شاعر۔ کی میرے قتل کے بعد ہائے اس نے جتنا کڑوا ہٹا اس زور پشیموں کا پشیموں ہونا۔ اب کیا فائدہ لا تعلقی اختیار کرنے کا جب غور میں اجڑ گئیں اور آس۔"

"شیرو! تم ضرورت سے زیادہ زبان چلانے لگے ہو۔ تم تینوں نے کل کے فنکشن میں جانے کے لیے اپنے کپڑے تیار کر لیے ہیں سب؟"

"جی ماما! مدحت فوراً بولی۔"

"منہدی میں نہیں جاؤں گی۔ لڑکیوں کا فنکشن ہوتا ہے۔"

"لڑکیوں کا؟" شیرو نے لڑکیوں کو بچھ کر لیا کیا اور مسکرائے لگا۔

"شیرو! ماما نے پھر تنبیہ کی "چلو خیر ہے۔ پرسوں پارٹ ہی میں چلنا اور تم دو دنوں اپنی دوست جتا کے پارک میں چکر لگا آنا ضرور۔"

"جی یا اوھر بھی جھاڑو پھوٹا ہے ماما! شیرو کی زبان میں پھر کھلی ہوئی تو ماما سے گھورنے لگیں۔

"یہ جو پچھ میں کر رہی ہوں تم تینوں کی بہتری کے لیے کر رہی ہوں۔ بیٹیاں نہ بری ہوتی ہیں نہ بھاری مگر یہ ایسی نعمت ہے کہ ماں باپ چاہیں بھی تو ساری زندگی انہیں اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتے اور نہ میری جان کون اپنے جگر کے کٹھنوں کو دو سروں کے حوالے کرنا چاہے گا۔ میرا تو اس دن کا سوچ کر کلیجہ کانٹے لگتا ہے مگر یہ بھی دستور دیتا ہے اور اس سے فرار ناممکن ہے۔ محض اس موٹائے کی وجہ سے۔ چلو تم دونوں بڑھ رہی ہو تیس تو کوئی عذر بھی تھا۔ اب گھر بٹھے بھی پانچ سال ہونے کو آئے۔ لامحالہ سب کا دھیان بار بار جاتا ہے۔ باتوں باتوں میں یوں کریدتے ہیں جیسے ہم نے جان بوجھ کر... بیٹا ہم تو گولوں کا کھانا بیٹا نہ ہم پر بھاری ہے نہ

تھی۔

"اب کیا تمہیں پچھلے عید کا پورا آجائے گا۔"

"امید تو ہے ابھی کھلی کی شادی میں پورے چار دن بڑے ہیں۔ میں صرف پروین ڈانٹ پر ہوں گی، دیکھنا فرق پڑے گا۔ ہائے وہ کیسا دن ہو گا میری زندگی میں جب یہ سوئی سیونی پر آجائے گی۔ شاید میں خوشی سے مر ہی جاؤں۔ تم آؤ ذرا۔" اس نے مانہ کو بچھ کر وینٹ مشین پر کھڑا کیا۔

"چھوڑو نہیں نہیں کرتی۔ میں کون سا کچھ کر رہی ہوں۔ اتنا کچھ تو کمرے میں آکر کھاتے ہیں۔ ماما کے سارے پلان پرانی پچھرو دیتے ہیں۔ ہائیں۔ ایک زور دار چ آس کے منہ سے نکلی تھی۔

"مانی! اس سیونی ایٹ دیکھو۔ مانی کاٹ۔ یاد ہے تامل لاسٹ وینٹ اپنی تو تھا۔ یوں چار کلو کم ہو گیا۔ واٹ۔ واٹ۔" وہ مشین پہ کھڑے کھڑے ڈانس کرنے لگی۔

مانی اب مشین کو گھور رہی تھی۔ وہ تو خوش ہوئی تھی کہ مانہ کے اپنی ٹوٹے صرف دو پوائنٹ پیچھے اب پچھلے چار پوائنٹ کا ٹارگٹ مل گیا تھا۔

"میرے خدا! کتنا ہے زندگی اسی طرح پوائنٹس کے پیچھے بھاگتے گزر جائے گی۔ نہ دل وانے آئیں گے نہ ہم دلہنیا۔" اس نے بے اختیار اپنی زبان واٹوں کے پیچھے دہائی اور چور نظروں سے لڑھو لڑھو دیکھا اور باہر نکل گئی۔

"دستے آنے کے حصول کے لیے عوام کی لمبی لمبی قطاریں۔ دوسری طرف سچی کے دام آسمان سے پائیں کرنے لگے۔ سچی کے لیے عوام کی دوڑیں۔ ماما! سن رہی ہیں آپ؟" شیرو نے تیسری بار جب یہ دونوں خبریں دہرائیں تو مانہ نے فرما سے بولی جو بے نیاز سی بھی چاہنے لگی تھی۔

"سن رہی ہوں۔" وہ بھی اسی طرح بولی۔

"اور یوں کسی بھونڈے نیوز کاسٹری طرح پٹی ہوئی

لنا رہی ہو۔ اگر اس خزانے کی قدر کرنا سیکھو گی تو یہ تمہیں زندگی کی ہر خوشی، ہر نعمت کا بھرپور لطف اٹھانے کے ہزاروں مواقع دے گا اور اگر ان ایشیا کی مراحل میں ہی تم اپنے خزانے کو خالی کر بیٹھو گی تو سوچو۔ چالیس سال کی عمر میں تو شاید تم بہتر سے بھی نہ اٹھ سکو پھر تمہارے آگے نعمتوں سے بھرنا خوشبو میں اڑنا، دسترخوان ہو اور تمہیں اس میں سے ایک نوالہ لینے کی اجازت نہ ہو۔ تو کیا یہ اچھی بات ہے؟ بھلائے اس کے کہ تم صحت مندی سے چوبہ تھوڑا سا کھاؤ اور مزے سے چوبہ اور لمبی عمر پاؤ جس طرح سارے نئے کام کاج کے بعد ایک دن چھٹی کا خوب مزے کرنے کا ہو یہ اس طرح سارے دن کھانے پینے کے بعد کسی ایک نیم معدے کو جسم کی مشینری کو بھی آرام کی ضرورت ہوتی ہے جو ہم اپنے معدے کو خالی رکھ کر اسے دے سکتے ہیں اور اچھوتے کر سکتے ہیں۔ یہ تجربہ بھی کرو لکھو اور میری باتوں کو یونہی نہ لیتا ہو سکتے تو اسے اپنی گروہ سے بانڈھ لو۔ باقی میری دیکھو تمہارے ساتھ ہیں۔ تمہیں کوئی تکلیف ہوگی جسٹلی ماؤنٹن تو سب سے زیادہ دکھ مجھے ہی ہو گا تو کیا ماؤنٹن دیکھ کر تمہیں خوشی ملے گی؟“ تینوں نے پھر قہقہے میں سر ہلا دیے۔

”شاپاٹس میری بیٹیاں بہت سادہ ہیں ورنہ ان تک کی لڑکیوں کو یہ سب سمجھانے یا بتانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ میڈیا نے انہیں پہلے ہی خاصا با شعور کر دیا ہے۔ شیر و اب میں تمہارے منہ سے نہ سنوں ماؤنٹن ایورسٹ اور کے ٹو کے الفاظ۔ بہت بری بات بیٹا، کوئی دو سراسے گا تو کیا کسے گا پھر دونوں تمہاری بڑی بہنیں ہیں۔ ان کا احترام تمہاریوں بھی واجب ہے۔“ اب کے انہوں نے شیر و کی طرف رخ کیا تو وہ تینوں زور زور سے سر ہلا کر ماہی کی تائید کرنے لگیں۔ وہ منہ پر ہاتھ پھیر کر بدلے کا اعلان کر رہا تھا۔ جب ہاما کے دیکھنے پر اپنا گل بھجانے لگا تو سب ہنس پڑے۔

وہ سارے فنکشن میں بھی سب سے الگ الگ

ناگوار گزار رہا ہے مگر دنیا میں رہ کر بہت کچھ دنیا داری کے لیے کرنا پڑتا ہے۔ اور اس میں اپنے دل کی خواہشوں کا خون سب سے پہلے شامل ہے دنیا داری میں پہلا قدم رکھنے کے لیے۔ اور یوں بھی یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ آدمی اعتدال سے زندگی گزارے۔ ابھی تمہاری عمریں کم ہیں اور اس میں بے اعتدالی کا یہ عالم ہے۔ دیکھا ہے ماہی کا بی بی۔ دو بار پراہم کر گیا۔ میں تمہاری ماں ہوں، متوازن اور مناسب ڈائنٹ سے میں نے کبھی اپنا وزن اوور ویت نہیں ہونے دیا۔ الحمد للہ کبھی کوئی فزیکل پراہم نہیں ہوئی۔ دیکھو زندگی اللہ نے مجھے بھی لکھی ہے، ہم نے اتنی ہی گزار لی ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی تو کیا یہ اچھی بات ہے کہ اس میں سے آدھی زندگی ہم دو سروں پر خدا خواستہ بوجھ بن کر گزاریں۔ یہ موٹاپا آدھی سے زیادہ بیماریوں کی جڑ ہے اور زیادہ تر بیماریاں دائی ہوتی ہیں جو خدا خواستہ ایک بار چنٹ جائیں تو بیٹا، جس طرح مریض کو صحت کرنے کے لیے ٹائپنڈیہ ایوبیات اور اوزاروں سے تریٹ کرنا پڑتا ہے اسی طرح تمہیں ایک صحت مند طرز زندگی کا علوی بنانے کے لیے مجھے تم سے کچھ سخت رویہ اپنانا پڑا اور اس کے لیے میں شرمندہ بھی نہیں بلکہ اس کی شرمندہ ہوں کہ پہلے ہی غفلت میں میں نے خاصی دیر کر دی۔ اب تم لوگ اپنا محاسبہ خود کرو اور شرافت سے اپنی لاکھ ڈراؤں اور لہاری میں رکھی الٹا نکال کر چن میں لے آؤ۔ دیکھو ایمانداری ہر کام کا پہلا تقاضا ہوتی ہے اور اگر انسان اپنے ساتھ بے ایمانی کرے گا تو دو سروں کے ساتھ کیسے فیشن ہو گا۔ میری باتیں کچھ میں آ رہی ہیں نا؟“ مانانے کہتے کہتے ان تینوں کی اتنی ہوتی شکلیں دیکھیں تو انہوں نے مرے مرے انداز میں سر ہلا دیے۔

”میں بھی چاہتی ہوں تم بھرپور خوشیوں بھری زندگی گزارو مگر صحت کے ساتھ۔ دیکھو بیٹا، ابھی جوانی کی عمر ہے۔ صحت جیسے خزانے کا تمہیں احساس نہیں کہ تم اپنی بے پروائی سے اس خزانے کو بے دردی سے

ہی رہی تھی۔ ممانیوں اور دوسری رشتہ دار خواتین کی سوال کرتی چوتھی نظریوں کا مانا بڑا بڑا نہیں کر حوصلے سے جواب دیے جارہی تھیں۔

”ہاں، تمہیں چار رشتے آئے تو ہوتے ہیں۔ ایک تو مجھے بھی پسند آیا بلکہ وہ بھی بہت اصرار کر رہے ہیں۔ بس ان کے بیٹا کا انتظار ہے وہ آجائیں تو پھر جو فاعل کریں۔“

ان کے بظاہر ہستے چہرے کے پیچھے کیسا دکھ چھپا تھا وہ اس دکھ کو جان کر ہی ان سے دور دور ہماگ رہی تھی۔

”تو یہ ممانیوں سے کوئی پروا ہی نہیں ہوتی۔ کیسے دلہن کے پاس بھی جارہی ہے جیسے اس کا دوستانہ زیادہ ہو۔ اس عقلی کی بیٹی کے ساتھ اور وہ بیٹی انجینی سی ہو رہی ہے جیسے مجھے جانتی تک نہیں۔ مجھے بھی پروا نہیں۔“

وہ اسٹیج سے دور ایک طرف بیٹھی کڑھتی رہی۔ اسٹیج پر ٹوٹو سیشن اور مودی بن رہی تھی۔

”کیسی اسٹارٹ لگ رہی ہے یہ عقلی کی بیٹی! جتنا نہیں کون سی دو آئی کھائی ہے اس نے۔ بازو تو اس کے اتنے مہلے تھے جیسے کسی پہلوان کے ہوتے ہیں۔ ابھی اکھاڑے میں اترے گا اور اب کیسے اسٹارٹ یازدوں پر ہاتھ سیلو بیٹے ہوئے ہے کہ محسوس ہی نہیں ہو رہا۔ پوچھوں گی تو بھی نہیں بتائے گی بیٹنی۔“

وہ دور سے عقلی کے چپکتے دکتے میک اپ زہ خراب صورت سراپے کو دیکھ کر اور بھی کیکیس میں بہلا ہوتی رہی۔

”ارے تم ممانی ہونا! بارہ من کی دھو بن کیا ہوتی ہے یہ انجینی سا چہرہ اور بھاری بھر کم وجود دیکھتے ہی فوراً اسے اس شخصیت کی تاریخی اہمیت کا احساس ہوا۔

”ہوں آپ کون؟“ وہ ناگواری سے پوئی۔

”ارے میں نازیہ ہوں نا۔“ بھول گئی۔

”نازیہ؟“ اس نے استہزائیہ انداز میں ”نازاد“ کو خوب کھینچا۔

”تم بھی تو نہیں ہو۔ ہے نا! وہ بھی بولا ہوا ہوں

تو ممانی کھیا کر مسکرانے لگی۔

”پہچانا نہیں؟“ کہتے ہوئے وہ دھب سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

”اتنی میں ہم دونوں ساتھ تھے پھر اتر کے فوراً بعد میری شادی ہوئی اور میں چوکی چلی گئی۔ پھر دو چار سالوں بعد کھینچا۔“

”چوکی سے کھینچا۔“

”آیا۔“

”اسٹیشن پر آئے گاڑی تیز گام تھی رکی نہیں۔ تم سٹاپ بڑی جتنی ہو گئی ہو۔ ہاں یہ ظالم وقت عورتوں کو ہی زیادہ تباہ کن انداز میں جتنی کرنا ہے اور یہ مزاجیہ کے ایسے ہی رشتے۔ تو نہ تھوڑی سی بڑھائی یا پال اڑا لے۔ تمہارے بچے بھی یزین ہوئے ہیں؟“

وہ بے تکلفی کی انتہا پر تین چار گزرا رازداری سے پوچھنے لگی۔

”کون سے بچے؟“ ممانی کے ہاتھ پر ہل پر گئے۔

”تمہارے بچے۔“ ممانی نے جھجکا ہوا ہے۔

مجھے دیکھو کچھت چاروں بچے آپریشن سے ہوئے کور حدوار سب کمال تک پہنچ گئے۔

”تمہارا دل غ تو نہیں خراب۔ میری تو ابھی شادی نہیں ہوئی۔“

وہ وضاحت دینا تو نہیں چاہتی تھی مگر اس کے ”پھینچنے“ کی اسپید ویکھ کر مجبوراً بیٹا پڑا۔

”تم سچ کہہ رہی ہو ممانی؟“ کافی دیر بعد شاک سے شہلختے ہوئے وہ بے یقین سے انداز میں پوچھنے لگی تو ممانی ”میں ابھی آئی“ کہہ کر کھسک گئی۔

”لہذا چلیں نا ابھی تو رخصتی میں خاصا وقت ہے۔ میں تھک گئی ہوں۔“

ممانی کے پاس کھڑے ہو کر کہتے ہوئے اس کی نظریں پاس پہنچی دو خواتین سے گلگرائیں۔ اس کے ذہن میں چھما کا سا ہوا۔

ان دونوں میں سے یقیناً ایک وہی تھی جو اس کی آخری کیت واک دیکھنے آئی تھی اور۔۔۔

غصے کی تیز لہر اس کے بدن میں دوڑ گئی۔

”ابھی جینھو رشتہ داری کا معاملہ ہے۔ میں یونہی تو نہیں چھوڑ کر جا سکتی۔“ ممانی نے اسے حورا تو مجبوراً اسے سلام کرنا پڑا۔ وہ بھی مسکراتے ہوئے جواب دے کر استہزائیہ لگیں۔

”میں شیرو تو دیکھتی ہوں اس کے ساتھ گھر جارہی ہوں۔ آپ اہل توفیق کے ساتھ مارو کوسے کر آجائے۔ لگاتار دھت بھی اس کے ساتھ ہے۔ وہ ان کی نظریوں سے گھر کر رہتی ہوئی شیرو کی تلاش میں نکل پڑی۔

شیرو ذرا فاصلے پر کسی لڑکے کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ وہ اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگی کہ نازو کو پھر سے اپنی طرف آتے دیکھ کر فوراً ”شیرو کی طرف چلے۔“

”شیرو! تمہیں ماما بلا رہی ہیں۔“ وہ ذرا فاصلے پر رک کر شیرو سے بولی۔

”سعد بھائی! یہ میری بہن۔“ سسر ماہین ہیں اور ممانی! یہ سعد صاحب ہیں۔ ممانی کے دوست کے بیٹے۔ ایک سکھوڑی میں ابھی آیا۔“ جس طرح اس کے منہ سے بگ سسر جھینٹے جھینٹے رکا تھا، ممانی کو اندازہ ہو گیا کہ آئندہ زندگی میں شیرو کمال گمان گزرو کر سکتا ہے۔

وہ انجینی کی مسکراتی نظریوں سے کھراتی شیرو کے پیچھے لگی۔ اسے بتائیں چلا کہ ان مسکراتی نظریوں نے کہاں تک اس کا تعاقب کیا تھا اور کیا کیا کچھ سوچ لیا تھا۔

* * *

”لے جائیں گے، لے جائیں گے دل والے۔“

بہت بڑے دل والے دلہنہا لے جائیں گے۔“

شیرو آتے جاتے بھونکی آواز میں اس کے کانوں کے پاس چلا کر گانے لگتا۔

سب کچھ کیسے آنا ”نانا“ ہوا اسے کیا گھر میں کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

پاپا ایک ہفتے کے اندر آگئے تھے۔

اور محض بیچیس دن بعد کی باتیں رکھی گئی تھی۔

اسے حیرانی تھی تو فقط اس بات کی کہ سب معاملہ بغیر کسی کیت واک کے کیسے طے پا گیا۔ یقیناً ان کا لڑکا بھی ایسا گیا لڑکا ہو گا۔ ممانی تو اندر سے سروانا یا پھر اسی کے مقابلے میں کوئی پہلوان۔۔۔ یا کوئی لڑکی پیسے کی لالچ میں۔ ممانی نے کوئی ایسی چوڑی چھینٹش کی ہوئی پرنس کرانے کی گھبرا گرائی کی۔ اس کے علاوہ تو اور کسی طرح یہ معاملہ ”حل“ نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ جوں جوں سوچتی جاتی مزید اداس ہوتی جاتی۔

اس پر مستزاد کہ ممانی کو بھی چھوٹی خالہ نے اپنے شعیب کے لیے مانگ لیا تھا۔ چھوٹی خالہ صرف نام کی چھوٹی تھیں اور نہ ان کا پورا جائزہ لینے کے لیے بندے کی دو آنکھیں بھی ناکافی ہوتیں مگر شعیب اچھا لگا لگا۔ وہ ڈنمارک میں رہتے تھے اور بقیل قدرت اللہ شہاب پوری فوج قوم وہ پورا یادہ بیگے جی ٹائم باقاعدہ اہتمام سے کرتی ہے۔ اس وقت ساری قوم آٹو کالچ کر رہی ہوتی ہے کہ آٹو ویل کی پاپو اور پینڈیہ غذا ہے۔ اس کا اندازہ ہاں کے خوب ہے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر بخول ہو سکتا ہے۔ سو چھوٹی خالہ کی نظر میں ممانی کا سیونٹی ایٹ بلکہ سیونٹی سکس ویت کوئی زیادہ نہیں تھا، محض صحت مندی تھی۔

اور اسے خود بتائیں چلانہ بیچیس دنوں میں ساری منہنی باتیں اور دوسو سے سوچ سوچ کر اس کا وزن بھی چار پانچ کلو گرام کا ہے۔ بھوک ہی مرئی تھی۔ نظریوں کے سامنے پینڈیہ کھانوں اور ڈشز کا ڈھیر تھا مگر اس کا کچھ کھانے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا پھر ممانی گھر بہنوں اور شیرو کو چھوڑ کر جانے کا حکم آگیا۔ اسے تو کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا تھا کہ وہ یہاں سے رخصت ہوتے ہوئے اتنی رشیدیہ آتی اور اس ہو جائے گی۔

وہ اور ممانی تو اکثر کہا کرتی تھیں کہ یہاں سے جانے کی خوشی میں وہ شکرانے کے نقل پڑھیں گی تو مانا شاید پورے مہینے کے روزے رکھیں مگر اس وقت صورت حال دونوں طرف بے حد مختلف ہی تھی۔ ممانی خوش تو تھے مگر اس زیادہ اور وہ خود تو جیسے بالکل بند گنبد کی طرح ہو گئی تھی۔ کم صدم شیرو کی باتیں ہنسانے نہ ممانی

کی شایگ خوش کرتی۔ شایگ کے لیے تو وہ خود بھی جاری رہی مگر کھڑی کھڑی سی۔

”تم خوش نہیں ہو؟“ مندھی سے دو دن پہلے اس کی مسلسل چپ سے ننگ آکر مانگنے پوچھ ہی گیا۔ اس کی شادی دو تین ماہ بعد ہونا تھی۔

”پہ نہیں مانگتے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“

”ڈر۔۔۔“ وہ اتنی زور سے چیخی کہ مانی اور بھی ڈر گئی۔ ”کیا تم تمہیں کسی جن سے بیاہ رہے ہیں۔“

احق! اتنے اسرار آتے ڈھنگ میں سعد بھائی۔

تمہیں تو خوشی سے انٹی چھلائیں لگتی جانیں بار! تمہارا ساڑھن کتنا مختلف ہو گیا ہے پہلے سے۔ مگر کیونکہ

بھی اچھی ہو گئی ہے۔ پہلے تو پورا ہال کمرہ تھا۔ نیل کو

تاپ دیتے ہوئے بھی شرم سے نظریں چرائی پڑتی تھیں۔ شکر بے عزت رہ جائے گی اب۔ نوٹیشن۔

اس نام کو انجوائے کر بلکہ ہر نام کو انجوائے کرنا

چاہیے کہ ایک فقط دنیا میں ہی چیز ہے جو واپس نہیں آتی۔ اب ہر چیز خرید سکتے ہیں مگر وقت واپس نہیں

لا سکتے جو کل تھا وہ آج نہیں ہے جو آج ہے وہ آئندہ نہیں ہوگا تو بیچ مانی ڈیڑھ بیچ اور ہر تبدیلی کو محسوس

کرو اور انجوائے کرو۔ تبدیلی آتی ہی آپ کے لیے ہے کل بیٹہ کرانچی باڈوں کو کریدگی تو افسوس کر دی

کہ اس نام کو ہنسی خوشی کیوں نہ محسوس کیا۔ تمہاری

باہوں اور مندھی کا فنکشن دوبارہ نہیں ہوگا۔ میں تو

اسے خوب انجوائے کر دیں گی۔ تم بھی کرو۔“

وہ ایک لمبا چوڑا کیچر چھاڑ کر گھٹاتے ہوئے اٹھ کر

چل دی۔

”سعد بھائی اتنے پٹہ سمجھیں اسرار اور۔۔۔“ وہ

خود ہی سوچنے لگی۔ چلو اتنی تسلی تو ہوتی مگر ان لوگوں

نے مجھ کو لگا تو ہے نہیں۔“ اسے پھر بریشالی گھیرنے

لگی

اور شادی والے دن اس کی ہر بریشالی اور وسوسے کا

خاتمہ ہو گیا۔

تو سعد صاحب! ان ہی خواتین کے بھائی تھے جو اس دن اسے دیکھنے آئی تھیں، ہمیں اس نے فاتحہ زود ملک سے تعلق رکھنے والی قرار دیا تھا اور ملاکی کھڑاؤں کھائی

تھی۔ سعد کے ابو بیٹا کے دوست تھے۔ ان کی طرف سے ”ہاں ہاں“ ابھی نہیں ہوئی تھی کہ سعد صاحب

نے مانی کو عطیہ کی شادی والے دن دلچسپ لیا اور اس کی پسند پر اس کی بیٹیں اور بھابھیاں سرخستی اس کی عرض

پر افسوس کرتی ”ہاں“ کا بیٹھام بیٹھنے پر مجبور ہو گئی تھیں۔

”بھئی سچی بات ہے۔ تم اس دن وہ فالسی کھر کے

موٹ میں اتنی پار دی لگ رہی تھیں۔ بلکہ میک اپ کے باوجود تمہاری اس کی اتنی شان کر رہی تھی کہ میں

نے اسی لمحے فیصلہ کر لیا کہ شادی کیوں گا تو اس ”لڑکی“ سے ڈر نہ کسی اور سے نہیں۔ مجھے آج کل کی یہ

ڈانٹ بھگ کی ماری کمزور بد وقتی بیمار سی لڑکیاں دیکھ کر سخت لہکتی آتی ہے۔ مجھے تو اپنے بچوں کے لیے صحت

مند اہل جان۔۔۔“

وہ کہہ رہا تھا اور وہ شرم سے ڈھری ہوئی جاری تھی۔ ساتھوں کی ساری دنیا ”لڑکی“ پڑا کئی ہوئی تھی اور

تو وہ کچھ سن ہی نہیں پائی تھی۔

”ہائونٹ ایو۔ سو ری آئی جان! سعد بھائی نے کیا

گفت دیا آپ کو۔ یو گا کی کوئی ایگرس سائز بک یا سی ڈی۔ ڈی ڈی ڈی ایگرس سائز کے لیے یا۔“ صبح ماڑو اور شہرہ

ہی اس کا ناشترے کر آئے تھے اور شہرہ تو مانی پاتے ہی اپنی خون میں آیا تھا۔

”یہ نہیں ہے وہ وہ۔۔۔ ملا کو بتاؤں گی۔ انہوں نے

تمہیں کتنی سختی سے منع کیا تھا کہ وہاں جا کر تیز اور تندی سے بات کرنا اور تم آتے ہی تمہاری زبان

حلنے سے نہیں رکھتی۔ چھوٹی خالہ کے سامنے بھی مجھے

دیکھ کر کے گاسک کے ٹوٹھری فور۔ وہ پچھاری بریشالی میں

کئی بار اس سے پوچھ چکی ہیں کہ بیٹا لکے ٹوٹھری فور کیا

ہو تا ہے۔ ہم سے میری ہنسی نہیں رہتی۔“

ماڑو سے ایک دھپ لگاتے ہوئے بتانے لگی۔ ”تھپڑ سے اس دن پڑنا چاہیے تھا جس دن اس نے پہلی بار ہمارے نام کا لٹے تھے۔“

مانی نے بھی شہرہ کے شہزاد بھرے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگا۔

سعد کا رویہ اس کے ساتھ بہت بہت اچھا تھا۔ دونوں ہنسی مونا کر آچکے تھے اور سعد نے ایک

بار بھی اس کے قریبی مائل چہرہ موٹاپے کو مذاق یا کسی اور ذکر میں نشانہ نہ بنایا تھا۔ پہلے ہی دن وہ منتظر رہی۔ اس کی طرف سے کوئی بدایت ملے کہ وہ اسے تھوڑا اور

وزن کم کرنے کو کہے مگر اس نے ایسی کوئی فرمائش نہیں کی۔

اس کی دونوں ہنڈیں کھل جاتی تھیں بلکہ ایک تو اب فارغ ہو چکی تھی۔ رزٹ کا انتظار تھا۔ دوسری کو

بھی ایگزام کے لیے فری کر دیا گیا تھا مگر اس کے باوجود وہ بولوں گھر کا کوئی کام نہیں کرتی تھیں۔ سو گھر سو گھر کر

تاپ تول کر کھاتی تھیں۔ بالکل ایسی حال دونوں بھتیخانیوں کا بھی تھا۔ دونوں کے دو دو بچے تھے اور دونوں

بہت وقت اپنی اسرار نہیں کے لیے بنگان ہوئی رہتی تھی، نیا تھلا کھاتیں۔ ایگرس سائز کرتیں۔ باقاعدگی سے

پارلر جاتیں۔ دونوں کی شادیوں کو آٹھ اور نو سال ہو چکے تھے۔ اسرار نہیں میں وہ مانی کی آڑی کو مات دیتی تھیں۔ البتہ فریشن نہیں اور گفتگو میں مانی ان

سے آگے تھی۔ ان کے مرجمائے ہوئے فاتحہ زہ چروں کے سامنے مانی کا کھلا کھلا چہرہ اور بھی نمایاں

ہو تا۔ دونوں ہنڈوں کا بھی ایسی حال تھا پھر جس حساب سے کھاتیں ایسی حساب سے کلام کرتیں۔

عقباتی اور کیڑوں کی دھلائی کو ملازمہ کر جاتی تھی جبکہ باقی کاموں کے لیے ان چاروں میں سرو جنگ

جاری رہتی۔ دونوں ہنڈیں تو بچن میں جانے سے صاف انکاری تھیں۔ بھابھیاں مارے پاندھے جاتیں اور ناسیدھا کیا کر جان چھڑا کر نکل آتیں پھر جس کو

بھوک لگتی وہ اپنے لیے سالن اور ہاٹ بیٹ میں پڑی دو ٹھنڈے پہلے کی پٹی روٹی نکال کر لے آتا اور کھانے بیٹھ جاتا۔ سانس بھی نہیں مسرتھے۔ وہ گھر کے معاملات میں کیا دخل دیتے۔

پہلے دن اس نے کھانا پکایا اور سب کو ڈانٹ نکیل برا کٹھا کر کے گرم گرم کھانا مسوا کیا۔ وہ چاروں کو اسی طرح پھونک پھونک کر کھاتی رہیں جبکہ اس کے سر پر

بھیٹھوں اور سعد نے جس رعیت اور اشتہا سے کھانا کھایا اور کھانے کے دوران اور کھانے کے بعد جو اس کی تعریفوں کے بل پاندھے اس نے اس کا سروں خون

بڑھا دیا۔

”میں کی مردوں کے ہتھکنڈے ہوتے ہیں جو عورت کو دھوین بنانے میں اہم ترین کردار ادا کرتے

ہیں۔ تعریفیں کرتے جاؤ خاتون خاتون چھوٹ چھوٹ کر کیا ہوتی جائے گی۔“

اس کی بھتیخانے نے تو مردوں کے اٹھتے ہی ہانک چڑھا کر کہہ ڈالا اور دونوں ہنڈوں نے بھی اس کی ہاں میں

ہاں ملانی مگر مانی نے تو صبر سے اس کی کوئی بات سنی ہی نہیں۔ ایسی اٹھی ہی خوشی مرشاری محسوس ہو رہی تھی اسے۔ اس لمحے مزے دار کھانے کو انجوائے

کر کے کھانے سے کیسا لطف ملتا ہے اس کا اندازہ اس سے زیادہ اور کون کر سکتا تھا۔

اب اسے کھانے سے زیادہ کھلانے میں مزہ آنے لگا۔ اس نے کھنگھ کورس کر کر کھا تھا اور اس کے

دوران اس کا پارہ گلو وزن بڑھا تھا۔ جس پر ماما ٹھٹھے بیٹھے بس کی کلاس لیتیں کہ کورس بھی کیا تو کون سا جس میں

ہیٹ کے دن خ کو بھرنے کے نت نئے طریقے سکھے اور آج یہ کورس اور کھانے سے دلی محبت اس کے کام

آ رہی تھی۔ اسے پروا نہیں تھی کہ لذیذ کھانے پکانے اور چھیننے کے دوران وہ دھوین بن رہی ہے یا نہیں،

اسے صرف ان لمحوں کی خوشی اٹھانے اور دیتی جب اس کے سر سعد اور دونوں جیٹھ کھانا کھا کر خوش ہوتے۔

اس کی تعریف کرتے اور جب وہ میز سے اٹھتے تو ان کے چروں پر کیسا اطمینان اور خوشی ہوتی تھی۔ ایک

کمل گھر کے افزائے ہونے کی خوشی جو آج سے پہلے صرف اس کی ماں کے زمانے میں ان کی زندگی کا حصہ تھی۔



وقت گزر گیا۔ گھر کا سارا انتظام اس کے ہاتھ میں آیا۔ دونوں مندوں کی شادی ہو گئی۔ اس کے بھی دو بیٹے ہو گئے۔ اس کی بیٹھائیاں اسی طرح فطوح کائنات اور بیوی کائنات سے تھیں اور وہ اسی طرح خود سے لاپرواہ۔ ہر وقت گھر بچوں اور کھانے کی فکر میں بلکن ہونے والی۔ وہ اپنے سر کی پسندیدہ بوتلی تو دونوں جیسے سے چھوٹی۔ من کی طرح پیار کرتے اور کسی بڑی بہن کا سا احترام دیتے اور دونوں ننہیں۔ شادی کے بعد انہیں پتا چلا کہ صرف بننا سونورا اور خود کو اسارت رکھنا شوہروں اور سسرال والوں کو خوش رکھنے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ سو ہر روز ان کا فون آتا۔

”بھابھی! کوفتے کیسے بناتے ہیں؟ پکائی کس طرح پکاتے ہیں۔ بیوی کی تمہیں صحیح نہیں چیتیں“ قور سے کا ذائقہ دینا نہیں بنا جیسا ندیم نے چھٹی پار آپ کی طرف کھایا تھا۔“

اور اس ساری مشقت کے دوران اسے پتا بھی نہیں چلا اس کا وزن ستر کلو سے گر کر جیسٹھ کلو ہو چکا ہے۔ ورنہ نہ جانے وہ کیا گزرتی اور وزن کرنے کا نام ہی کس کے پاس تھا۔ یہی گجہ اب سعد کو بھی اس سے رہنے لگا تھا۔

”پیارا! دو گھڑی کو ہمیں بھی نام دے دیا کرو۔ مجھے تو لگتا ہے تمہاری شادی مجھ سے نہیں گھر کے کاموں سے ہوئی ہے۔“

”تو کیا کروں سعد! ابھی شام کے کھانے کے لیے کچھ نہیں کیا اور آپ کو پتا ہے تو یہ ہلائی نے آن جیالک کی فرمائش کی تھی اور۔“

”سنو! ان کی فرمائشیں پوری کرنے کے لیے ان کی بیویاں ہیں نا اور میں نے یہ سب تمہیں اس لیے کرنے دیا کہ روپیہ اور سمیچہ کچھ نہیں کرتی تھیں۔ ابو کو

ٹھیک نام پر کھانا لگتا تھا۔ کچھ گھر کا پر حال تھا۔ چلنم نے سنبھال لیا بہت بڑا کام کیا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب تم ان دونوں فیصلوں کے کام بھی اپنے کندھوں پر لے کر ہانڈی پھرتی رہو۔ انٹرن میں اس سے آگے تو تم اسی گھرے چلے میں لیکن اور دوسرے کاموں میں کھن چک رہی ہوتی ہو جبکہ دونوں بھائیوں کی فنکشن میں شرکت کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی ہیں۔ شوہروں کے آتے ہی وہ سر کے لیے باہر چلے جاتے ہیں اور تم ڈنر کی تیاری میں بھتی رہتی ہو۔ ماں! تم میری بیوی ہو۔ اس گھر کی ملازمہ نہیں۔ کیا تمہیں اس کا احساس نہیں ہوتا۔ چلو یہ بھی گوارا تھا کہ یہ سب تم نیک نیتی سے کرتی تھیں۔ مجھے تمہاری سادی اور نیک فطرت اور بھی پیار آتا مگر دنیا اتنی سادگی کو بے وقوفی اور حماقت سمجھتی ہے۔ یہ دیکھو معیذ کے اسکول کی رپورٹ۔ ابھی وہ کلاس ٹو میں ہے اور اس کی رپورٹ بالکل ٹھیک کیونکہ اس کی تیاری نہیں ہوئی۔ اس سے آگے میں اسے تھوڑا نام تو دیتا ہوں مگر میں اکثر دیر سے آتا ہوں۔ تمہاری پہلی ترح تمہارا گھر ہے اور شوہر ہے۔ کہ دو عروں کی ذمہ داریاں بھانڈا تم سمجھ رہی ہو نا؟ اب اس گھر سے زیادہ ہمارے بچوں کو تمہاری ضرورت ہے اور خود تمہیں بھی اپنی ذرا آئینہ دیکھو جا کر۔“ یہ آج سعد نے اسے کیا آئینہ دکھایا تھا۔

”آپ خوش نہیں ہیں مجھ سے؟“ وہ بکھری لٹی آواز میں بولی۔

”میں خوش ہوں تم سے کہ تم نے سب ذمہ داریوں کو یہ احسن طریقے بھیا اور پتا ہے تمہیں پسند کرنے میں میری تھوڑی سی خود غرضی بھی شامل تھی کہ یہ چاروں اپنی ڈانٹنگ اور کمزوری کی بنا پر گھر کو دیکھ نہیں پاتی تھیں۔ تمہیں دیکھا اور مجھے پہلی نظر میں نہ صرف تم اچھی لگیں بلکہ مجھے خیال آتا کہ تم سب کام سب ذمہ داریاں اٹھا سکو گی اور اللہ کا شکر ہے اور مجھے اپنی پسند پر فخر بھی ہے مگر راز اب میرا اور بچوں کا بھی تم پر حق ہے پھر ابو کے بعد اب تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ میں دونوں بھائیوں سے بات کر چکا

ہوں۔ نیچے کے دونوں پورٹنرز اور اوپر کے پورشن میں علیحدہ علیحدہ سولت ہے سوا ب کل سے سب اپنا اپنا کھانا خود پکا میں گے۔ خود اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں گے اور بھائیں گے۔ کبھی بکھار اکٹھے مل کر بھی کھانی لیا کریں گے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور وہ دونوں خوشی راضی ہیں اور انہیں بھی احساس ہے کہ ان کی بیویاں کس طرح اپنی ذمہ داریوں سے نظر میں چرا رہی ہیں اور سب کچھ تم پر لا دیا گیا ہے۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟“

وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ تھامے آئے پاس تھامے بڑی محبت سے اور وہ تو نہیں اور ہی کچھ ہوتی تھی۔ یہی ساری باتیں ماننے اس سے ابو کے انتقال کے دوران بعد لگتی تھیں کہ

”اب تم الگ ہو جاؤ۔ تم ان کی نوکرائی نہیں ہو کہ سب کو کھانے پکانے کر سکو کر پکائی پھو اور وہ نواب زادیاں نیل پاشاں لگا کر ناخن بڑھا کر تھپی رہیں۔ زندگی تب ہی حسین لگتی ہے جب اس میں توازن ہو۔ تم ہمیشہ کی طرح اعتدال ہو۔ ہر معاملے میں تم حد سے آگے نکل جاتی ہو۔ اب سعد کو ہر کو تمہارے بچوں کو تمہاری پسند سے زیادہ ضرورت ہے۔“

اور وہ مانا کی باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا گئی تھی۔ اسے یقین تھا سعد یہ باتیں سن کر غصے میں آجائیں گے۔ وہ سمجھتی تھی کہ سعد نے اس سے شادی اس کی ”صحت“ دیکھ کر کی تھی جو اس کا گھر سنبھال سکے اور ان آٹھ دس سالوں میں بار بار اس کا یہ اندازہ درست بھی لگا تھا وہ اندر سے ڈری ہوئی تھی کہ سعد اس سے محبت نہیں کرتا اس کے ”کالم“ سے محبت کرتا ہے۔ مگر اس نے سرکشی دکھائی تھی۔ شاید وہ اسے اتنی توجہ کے قابل بھی نہیں سمجھے گا۔ جیسی۔۔۔

شادی سے پہلے سعد اس سے کیوں شادی پر راضی ہوا ہے اور بعد میں۔۔۔ کیوں اس سے نہا کر رہا ہے۔ اس کے دونوں اندازے مٹی کا ڈھیر ثابت ہوئے تھے اور یہ سعد اس سے کیا کہہ رہا تھا۔

”میں تمہاری قربت کو ترس گیا ہوں! ہم کچھ دیر

ساتھ بیٹھیں گھومیں پھر میں انجوائے کریں۔ ہاں تمہیں دس بار بار بچھی ہے اس کے پاس بوزت کر آئیں مگر تم نے تو جیسے گھر میں خود کو کم کر لیا ہے۔ مجھے تو یاد ہی نہیں کبھی ہم دونوں نے اکیلے بیٹھ کر کھنٹاں کیا تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے دلی جذبات ایک دوسرے پر آشکار کیے ہوں۔ مجھے نیند نہیں آتی اور تم کھٹی باری خراٹے لے رہی ہوتیں۔ میں تھک کر سو جا تا تو تب تم کچن سے فارغ ہو کر آئیں۔ ماں!۔۔۔ میری جان۔۔۔ یہ زندگی ہماری ہے اس پر ہمارا بھی حق ہے۔ میرا تم پر اور تمہارا مجھ پر۔ ہمیں یہ بنیادی حقوق کب ملیں گے ملکہ عالیہ!“

وہ بے ساختہ اس کے دونوں ہاتھ اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”کم از کم اس وقت نہیں مجھے معجز کو ہوم ورک کروانا ہے اور تمہیں۔۔۔ اس یقین وہانی کا۔۔۔ کہ۔۔۔“ وہ جھجک کر روک گئی۔

”کیا؟“ وہ حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”کہ اب مجھے۔۔۔ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔“ وہ کہہ کر رکی نہیں۔

”سعد ہو گئی تمہیں پتا نہیں تھا؟ شہر و صحیح کتاب ہے ماہی جسم کی نہیں“ غصے کی بھی مٹی ہے اور مونے لوگوں کو ہر بات دیر سے سمجھ میں آتی ہے۔“ کہتے ہوئے اس نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا جہر وہ گئی تھی۔ اگر وہ سن لیتی تو اس کا سارا اعتبار جو ابھی ابھی اسے آتا تھا مٹی کا ڈھیر ہو جاتا۔ اور اب میں اس کے اعتبار کو بھی کھونے نہیں دوں گا کہ میں اس کے جسم سے نہیں اس کے خوبصورت دل اور حساس طبیعت سے محبت کرتا ہوں اور اس محبت کو وقت بھی بوزھا نہیں کر سکتا۔

وہ زیر لب کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور ماہی کو پکارنے لگا۔

